پیش آنے کا دُور دُور تک، نہ صرف پوری ۲۱ویں صدی بلکہ ۲۲ویں صدی تک میں بھی امکان نہ رہے۔

بدقسمتی سے اس مہم جوئی میں امریکا کو مسلمانوں کی صفوں ہی سے معاون مل رہے ہیں۔ اس کی ایک مثال ڈاکٹر جاوید اقبال کے متذکرہ بالا ارشادات ہیں۔

جاوید اقبال اپنی ذات میں تنہا نہیں۔ اس وقت پوری دنیا میں اور پاکستان میں بھی اسلام کے حوالے سے جو کش مکش برپا ہے، اس میں ایک گروہ اسلام کو مغرب کے لیے قابلِ قبول بنانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ دوسری طرف ۲۰ویں صدی میں بہت سی شخصیات اور اسلامی تحریکوں نے اسلام کو اس کی حقیقی شکل میں واضح کر کے پیش کیا ہے۔ ہر ملک میں اس کے علم بردار موجود ہیں جو اسلام کو اس کے حقیقی مفہوم میں اجتماعی زندگی کا نظام بنانے کے لیے کوشاں ہیں۔ ان کا اصل مقابلہ ان لوگوں سے ہے جو مذہب کو ذاتی زندگی تک محدود کرنا چاہتے ہیں اور اس لیے ان کو سیکولرازم اور اسلام میں کوئی تضاد نظر نہیں آتا۔ لیکن ان حضرات کے لیے سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ اس دور میں علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ کی قیادت میں پاکستان کا قیام اس تصور پر سب سے بڑی چوٹ تھی۔ اگر پاکستان کی قیادت منافقت سے کام نہ لیتی اور تحریکِ پاکستان میں جو پروگرام پیش کر کے عوام سے حمایت اور قربانیاں لی گئی تھیں اس کے مطابق ملک کا نظام قائم کیا جاتا، حقیقی جمہوریت ہوتی، عدل و انصاف ہوتا، معاشی و سیاسی حقوق محفوظ ہوتے، تو یہ بحثیں اپنی موت آپ مر جاتیں لیکن ہماری دوغلی سیاست نے ان بحثوں میں جان ڈال رکھی ہے اور کبھی کبھی کوئی اٹھ کر ایسے نعرے لگا دیتا ہے، جیسے ڈاکٹر جاوید اقبال وقفے وقفے کے بعد لگاتے رہتے ہیں۔ لیکن انھیں اور ان کے ہمنواؤں کو جان لینا چاہیے کہ اسلام کا کوئی مسخ شدہ یا ادھورا یا مغرب زدہ تصور یہاں پنپ نہیں سکتا۔ پاکستان کی ۵۶ سالہ تاریخ اس پر شاہد ہے۔

علاج کی صورت حال

ہمارے ملک میں صحت عامہ کی جو صورت حال ہے، وہ محتاج بیان نہیں۔ آبادی کے بڑھے حصے کو علاج نام کی چیز میسر نہیں، لیکن جسے میسر ہے اور جو اس کے لیے اپنی رقم خرچ کرتا ہے، اسے کیا ملتا ہے، اس حوالے سے مریضوں اور تیمارداروں کے پاس اپنی اپنی کہانیاں ہیں۔

علاج کروانے والوں کے ۸۰ فی صد نجی شعبے سے رجوع کرتے ہیں۔ یہاں انھیں بہت زیادہ فیس دینا پڑتی ہے' ان کے لیے ضرورت سے زیادہ دوائیں تجویز کی جاتی ہیں' ضرورت سے زیادہ انجکشن لگائے جاتے ہیں۔ یہ انجکشن بیماریاں ختم کرنے کے بجاے انھیں منتقل کرنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ علاج مزید مہنگا ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایک سروے کے مطابق پاکستان میں عام ڈاکٹروں کے ۸۵ فی صد نسخوں میں تین یا زائد دوائیں اور ۱۷ فی صد میں چھے سے زائد دوائیں ایک نسخے میں لکھ دی جاتی ہیں۔ اوسط تعداد فی نسخہ چار ہے۔

سرکاری شعبہ بھی بہتر حالت میں نہیں ہے۔ ایک جائزے کے مطابق' ڈاکٹر سے مشورہ ہونے سے اس کے کمرے سے باہر آنے تک ایک مریض کو اوسطاً دو منٹ دیے جاتے ہیں۔ ۵۰ فی صد مریض اپنے نسخے سے غیر مطمئن ہوتے ہیں۔

ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے ایک جائزے کے مطابق فی کس فی سال ۸.۵ انجکشن کے ساتھ پاکستان دنیا میں سب سے زیادہ انجکشن لگانے والے تین ممالک میں ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہمارے ملک میں ایک ارب انجکشن لگائے جاتے ہیں اور ان میں سے ۸۵ فی صد غیر محفوظ طریقوں سے لگائے جاتے ہیں۔ (ڈرگ بلٹن' مارچ اپریل ۲۰۰۴ء)

دواساز کمپنیوں اور ڈاکٹروں کے روابط کے بارے میں بھی بہت کچھ کہا سنا جا رہا ہے۔ ضرورت ہے کہ صارف کے مفاد دیکھنے والی کوئی انجمن تحقیقی مطالعے کا اہتمام کرے اور اندر کی کہانیاں سامنے لائے۔ گاڑیوں کی چابیاں' عمرہ کے ٹکٹ' تفریحی دورے اور ماہانہ مشاہرے غالباً کسی افسانوی دنیا کی باتیں نہیں۔ دواؤں کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگی ہیں۔

عام آدمی کی نظروں میں آج بھی ڈاکٹر نہایت مقدس اور دیانت دار ہستی ہے۔ جو کبھی بھی خواہ مخواہ دوا نہیں لکھے گا۔ لیکن کیا واقعی ایسا ہے؟ کمپنیوں کے ذمہ داروں کے مطابق جن اضلاع میں تعلیم کم ہے' وہیں سے بہت اچھی سیل رپورٹ آتی ہے۔

کیا ہماری اسمبلی یا سینیٹ کی متعلقہ کمیٹی کوئی ایسا کمیشن نہیں بنا سکتی یا خود اپنے آپ کو ایسا کمیشن قرار نہیں دے سکتی جس کے سامنے اس مسئلے کے متعلقہ فریق آکر سب سچ بیان کر دیں اور ایک ضخیم رپورٹ تیار ہو' جو اس عظیم پیشے کی' دواسازی کے صنعت کاروں کی اور مریضوں کی صحیح صورت حال کی عکاسی کرتی ہو اور پھر کوئی 'علاج' بھی تجویز کرے۔